مولانا عرفان الحق حقانی*

درویش خدا مست، نمونہ اسلاف

حضرت مولانا رحیم اللہ باچا صاحب کی یاد میں

قحط الرجال کے اس گئے گزرے دور میں عظیم اساطین علم و ادب، معرفت حق کے شناور اور استقامت و عزیمت کے کوہ گراں یکے بعد دیگرے بڑی تیزی سے ہم سے رخصت ہوکر جارہے ہیں۔

علماء ومشائخ اور صلحاء کی دنیا سے رحلت تاریکی کا سبب:

ہر جانے والی شخصیت اپنے پیچھے بہت بڑی خلاء اور تاریکی چھوڑ رہا ہے افسوس ان جیسے لوگوں کے انتقال سے احسان وسلوک کی مجلسیں، وعظ وتذکیر کی محفلیں درس وتدریس کی مسندیں اور ذکر وفکر کے حلقے ماند پڑی رہی ہیں

ع خدا سے خیر مانگو آشیاں کی کہ نظر بدلی ہوئی ہے آسمان کی

حضور اقدس ﷺ کا ارشادگرامیِ قدر ہے "یذھب الصالحون الأول فالاول ویبقی حفالة کحفالة الشعیر او التمر لا یبالیھم اللہ بالہ (بخاری جلد دوئم کتاب الرقاق باب ذھاب الصالحین)"

ترجمہ: نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جائیں گے اور پیچھے انسانوں کی تلچھٹ رہ جائے گی جیسے جو یا کھجور کی تلچھٹ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ بھی پرواہ نا ہوگی۔

شاید اب ہمارا قلم بھی آئے روز کے حوادث کے سبب اب صرف نوحہ وغم کے لئے ہی مختص ہو گئے ہیں معروف بزرگ شخصیت، فنا فی اللہ درویش خدا مست جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم ترین فاضل، دارالعلوم اسلامیہ اضاخیل کے بانی وسرپرست اور سلسلہ قادریہ کے عظیم پیر طریقت حضرت مولانا سید رحیم اللہ باچا صاحب تین ماہ کی طویل علالت کے بعد جمعۃ المبارک کو علی الصبح ساڑھے چھ بجے 28 فروری 2014ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ع بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی اک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا

اوصاف عالیہ:

حضرت ان شخصیات میں سے تھے جن کے بارے میں یہ کہنا برحق ہے کہ عباداللہ اذا رؤوذکر اللہ" وہ

---

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے موصوف اس پندرویں صدی میں زمین پر صحابہ کرام کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔
آپ ہر وقت حضرت حق جل مجدہٗ کے ذکر میں مگن، تقویٰ و تدین کا مجسم نمونہ، معرفت حق کے آئینہ دار، عجز وانکساری کے پیکر، نفس و انا سے کوسوں دور ادب و احترامِ دین کا جبل عظیم، من صمت فقد نجا کے بھید کو جاننے والے، روحانیت کے بحر بے کنار، تصنع و بناوٹ سے برطرف، نام ونمود وشہرت سے متنفر، ہمدرد و دردمند دل رکھنے والے اور نہ جانے ان جیسے کتنی بے شمار صفات عالیہ سے مزین تھے۔

داستاں میری: ع دوستوں سن لو تم کچھ میری داستاں اک دن پھر نہیں ہونگے دنیا میں ہم

کچھ عرصہ قبل احقر نے ایک مجلس میں ان سے سوانحی احوال قلم بند کیے جو کچھ یوں ہے آپ کے اجداد افغانستان کے ایک گاؤں غوڑہ مرغی سے ہجرت کر کے موجودہ گاؤں اضاخیل میں آباد ہوئے سلسلہ نسب یوں ہے مولانا سید رحیم اللہ بن سید عبدالودود بن سید رحمت اللہ بن سید منہاج الدین بن فصیح الدین بن عبداللہ بن شیخ مریم۔

جد اعلیٰ کی پارسائی اور وزیر وقت کا ہدیہ تین دیہات لینے سے انکار:

آپکے جد اعلیٰ شیخ مریم وہ عظیم بزرگ انسان تھے جن کی پارسائی سے متاثر ہو کر اس زمانے کے وزیر شجاع الملک نے اضاخیل، وزیر گڑھی اور پشتون گڑھی کے تین گاؤں بطور ہدیہ خدمت میں پیش کیے لیکن اس زاہد الدنیا شخصیت نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا وزیر مذکور نے ان سے عرض کیا کہ یہ آپ کے اولاد کے کام آئیں گے جس پر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بچوں کی لڑائی کے لیے سامانِ دنیا نہیں چھوڑنا چاہتا۔آپؒ اس شعر کے حقیقی تصویر تھے جو کہ غالباً امام شافعیؒ نے زہّاد اور تارک الدنیا بزرگوں کے بارے میں فرمائے۔

ان للہ عباداً فطناً طلقوا الدنیا وخافوا الفتنا
نظروا فیھا فلما علموا انھا لیست لحی وطنا
جعلوھا لجۃ واتخذوا صالح الاعمال فیھا سفنا

اللہ کے کچھ سمجھ دار بندے ایسے ہیں جنہوں نے دنیا کو طلاق دے دی اور دنیا کے فتنوں سے لرزاں و ترساں رہے انہوں نے اس دنیا کو دیکھا پس جب وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو گئے کہ یہ کسی زندہ آدمی کے لئے (ہمیشہ کے لئے) وطن نہیں ہے تو انہوں نے اس دنیا کو ایک گہرہ سمندر قرار دے دیا (جسے کشتی کے بغیر عبور نہیں کیا جا سکتا) اور نیک اعمال کو انہوں نے اس میں کشتیاں بنا لیا۔

آپ کے خاندان میں طریقت کا جو سلسلہ اس وقت رائج ہے وہ قادریہ ہے۔

مختصر سوانح:

پیدائش ۴ جولائی ۱۹۲۳ء آپ کے چچا اور خسر مرحوم حقیقت اللہ صاحب نے قلم بند کیا ہے باچا صاحب نے عصری تعلیم مڈل تک حاصل کرنے کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل کا آغاز کیا۔ فقہ ادب اور طب کی ابتدائی اور اعلیٰ کتب اپنے تایا مرحوم مولانا فرح اللہ سے پڑھیں۔ تقسیم ہند سے قبل طب کی عملی پریکٹس پشاور کے قومی دواخانہ حکیم عبداللہ صاحب کے ساتھ شروع کی کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن پھر یہ لائن ترک کر دی صرف گھر میں ضرورت کی بناء پر دوائیاں وغیرہ بنانے کا سلسلے جاری رکھا۔ قیام پاکستان سے قبل اپنے گاؤں میں مولانا فرح اللہ کے ساتھ تدریس قرآن کا سلسلہ انجام دیتے رہے۔

بانی دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیثؒ سے پہلی ملاقات:

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے پہلی ملاقات کے بارے میں فرمایا کہ میں ایک دفعہ جناب زیارت شاہ جنہیں اخی صاحب کے نام سے شیخ الحدیثؒ پکارا کرتے تھے کے ہمراہ اکوڑہ خٹک کے کسی صاحب کے جنازے پر آیا تو قبرستان میں اس نورانی شخصیت کو طلباء کے سامنے درس دیتے ہوئے پایا یاد رہے کہ شیخ الحدیث جدی المکرّم درس کا ناغہ کسی بھی صورت نہیں کرتے اگر کسی جنازے میں شرکت پیش آتی تو طلباء کو ساتھ قبرستان لے جا کر وہی درس دینے میں مشغول ہو جاتے بس اس ایک ملاقات میں باچا صاحب کے دل میں مولانا عبدالحق صاحب کی عقیدت گھر کر گئی۔ جنازے سے فراغت پر شیخ الحدیثؒ انہیں اپنے ہمراہ مدرسہ لے کر گئے جہاں ان کو دوپہر کا کھانا کھلایا۔

شیخ الحدیثؒ کا انہیں دورہ حدیث پڑھنے کے لئے روکنا:

پھر ایک مرتبہ باچا صاحب اپنے بھائی کو دینی تعلیم کی غرض سے شاہ منصور لے گئے جہاں ان کا دل نہ لگ سکا پھر آپ نے انہیں اگلے دن مولانا عبدالحق کی خدمت میں عصر کے نماز کے بعد پیش کیا جس پر مولانا صاحب نے باچا صاحب کو مشورہ دیا کہ اپنے اس بھائی فرمان اللہ کو فی الحال واپس بھیج دیں جب مڈل تک تعلیم حاصل کر لے تو پھر لے آنا تاہم باچا صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ ہمارے ہاں دورہ حدیث میں داخلہ لیں۔ باچا صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ فنون کی کچھ کتابیں مجھ سے رہ گئیں ہیں وہ بھی ساتھ پڑھوں گا مولانا صاحب نے فرمایا کہ وقت ہو تو کیوں نہیں' نور علی نور۔

قارئین کرام دیکھیے بانی دارالعلوم نے اس گوہر کو سیپیوں میں پہچان لیا یہ ان کی فراست مومنانہ تھی جس کی بدولت انہوں نے باچا صاحب کو حقانیہ میں تکمیل علم کیلئے روکا۔ باچا صاحب مرحوم روزانہ اپنے گاؤں سے سائیکل پر آتے اور پورے تعلیمی سال کے دوران ان کا کوئی ایک بھی ناغہ نہ ہوا یہ ان کا علمی شوق اور طلب صادق تھا جس نے انہیں اس عظیم منصب تک پہنچایا اس زمانے میں دارالعلوم حقانیہ میں لنگر کا انتظام نہ تھا ہمارے (شیخ الحدیثؒ کے) گھر سے

طلباء کیلئے زیادہ تر روٹیاں اور سالن پک کر آتا اور کچھ محلے کے گھروں سے جمع ہوتا۔جامعہ حقانیہ سے باچا صاحب نے ۱۹۵۱ء فراغت حدیث حاصل کی دورہ حدیث میں بخاری اور ترمذی شریف مولانا عبدالحقؒ سے پڑھی باچا صاحب نے فرمایا کہ آپ کے دادا مرحوم کی آواز نہایت پرکشش، بلند، سریلی اور مٹھاس سے لبریز تھی کلاس میں حدیث کی قراءت مولوی حبیب اللہ کے ذمہ تھی جلسہ تقسیم اسناد و دستار بندی کے موقع پر فضلاء کرام میں آپ کو سب سے پہلے سند فراغت سے نوازا گیا۔علم کی تکمیل کے بعد آپ نے گاؤں کے مسجد میں قرآن پاک کے درس کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ گیارہ برس تک قائم رہا اس دوران گاؤں کی ایک مسجد (خوڑ نامی) میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

شادی کی تقریب اور عظیم علماء اور مشائخ کا لوگوں کو وعظ و نصیحت دنیا:

۱۹۵۲ء میں آپ کی شادی (نکاح) کی تقریب ہوئی۔جس میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم کے اساتذہ، جامعہ اسلامیہ کے مہتمم مولانا باچا گل صاحب، شاہ منصور کے عظیم مفسر قرآن مولانا عبدالہادی اور عمرزئی کے معروف روحانی شخصیت شاعر و عاشق رسول ﷺ حاجی محمد امین صاحب کو مدعو کیا۔ان اکابرین نے تقریب شادی میں شرکت کر کے علاقے بھر کے لوگوں کو وعظ و نصیحت سے نوازا گویا اس طرح باچا صاحب کی شادی تبلیغ و دعوت اصلاح و وعظ اور روحانیت کی روح پرور مجلس بن گئی۔مولانا عبدالحق صاحب نے نکاح پڑھوایا جس میں اُن کے حکم سے چھوہارے تقسیم کیے گئے رات بھر مجلس وعظ قائم رہی سردی کا زمانہ تھا اکابر علماء اور مہمانوں کو سردی کی شدت سے بچانے کے لئے نوشہرہ سے کوئلے کی خصوصی انگیٹھیاں منگوائی گئیں تھیں باچا صاحب کہتے ہیں کہ اس زمانے میں ان کا ڈیڑھ ہزار خرچہ اس پروگرام پر صرف ہوا۔

حج و زیارت حرمین کی سعادتیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ حرمین شریفین کی زیارت سے چھ مرتبہ مشرف ہوئے۔فرمایا کہ میں نے حج کا داخلہ کرنا چاہا تو پیسے کم پڑ گئے جس پر ایک ساتھی شیر محمد افغانی نے وطن جا کر اپنی آبائی زمین بیچ کر ستر ہزار افغانی روپیہ لاکر مجھے دیا اور کہا میں بھی ساتھ جانا چاہتا ہوں آپ اس سے اپنا اور میرا خرچہ کر دیجئے۔شیر محمد افغانی کسی زمانے باچا صاحب کے ہاں پھوڑے پھنسی کے دم کے سلسلے میں آیا تھا جو کہ یہاں آکر باچا صاحب کا گرویدہ ہو چلا اور پھر ادھر کا ہی ہو کر رہ گیا۔

بقول باچا صاحب انہوں نے پانچ دفعہ حج کے لیے داخلہ کیا لیکن ہر بار قرعہ اندازی میں نام نہ نکلتا۔اس پر احقر نے عرض کیا یہ اللہ تعالیٰ آپ کے شوق و جذبہ عشق کو پروان چڑھا رہا تھا۔آخر کار چھٹی مرتبہ کامیابی ہوئی آپ نے پہلا حج میاں امیر شاہ کاکاخیل کی طرف سے (حج) بدل کا کیا۔

باچا صاحب کہتے ہیں کہ میں نے علماء سے استفتاء کیا کہ میں نے ابھی تک خود حج نہیں کیا تو کیا کسی دوسرے کی

طرف سے حج بدل کرسکتا ہوں ؟تو بعض علماء نے فرمایا کہ ہاں جب کہ بعض نے جواب میں کہا کہ نہیں !!اس پر میں نے اس صاحب کو جو مجھے حج پر بھیجنے کا خواہش مند تھا کو ساری صورتحال کھل کر بیان کر دی کہ علماء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے لیکن وہ بضد تھے کہ میں حج پر صرف اور صرف آپ کو ہی بھیجوں گا اللہ تعالیٰ قبول فرمانے والا ہے حج پر جاتے وقت مولانا عبدالحقؒ صاحب نے انہیں ڈھیروں دعائیں دے کر رخصت فرمایا۔مولانا شیر علی شاہ نے اس موقع پر ایک بڑا گیلن نما ڈرم زم زم بھرنے کیلئے دیا کراچی سے بحری جہاز کے ذریعے جدہ روانگی ہوئی تین ماہ اس سفر میں لگے واپسی پر زم زم کے تین کین بھر کے لائے جن میں ایک دارالعلوم کے طلباء و اساتذہ کیلئے دوسرا جن کی طرف سے حج بدل کیا اس کیلئے اور تیسرا اپنے لیے مختص فرمایا۔کہتے ہیں کہ حج سے واپسی پر دارالعلوم کے بانی شیخ الحدیثؒ اور صدر مدرس مولانا عبدالحلیم صاحب تمام طلباء کے ساتھ استقبال کے لیے اکوڑہ اسٹیشن آئے تھے۔حج کے مصارف اس زمانے میں پندرہ ہزار تھے۔ باچا صاحب گزشتہ بارہ برس سے بینائی سے مرحوم ہو گئے تھے لیکن اس نعمت سے محروم ہونے کے باوجود ان پر کوئی خاص فرق نہیں پڑا وہ رضا مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے سرّ کو جاننے والی شخصیت تھے۔

حرم کے تقدس اور ادب کا لحاظ:

آپؒ کو جب کسی عازمِ حرم حاجی یا معتمر (زائر) کا علم ہو جاتا تو آپ کی عادت تھی کہ اُسے ہمیشہ ایک عدد سلا ہوا سفید تھیلا جوتوں اور دیگر سامان وغیرہ رکھنے کے لئے مرحمت فرماتے۔اس میں ان کو حرم کے تقدس اور ادب کا خیال ملحوظ رہتا۔تاکہ جوتوں وغیرہ کے ساتھ اگر کسی قسم کی گندگی لگی ہو تو حرم اس سے محفوظ رہے اور دوسری طرف زائرِ حرم کو جوتے اور چپل وغیرہ ادھر ادھر ہو جانے کا خطرہ بھی لاحق نہ ہو۔

مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کا انوکھا ادب و احترام:

دارالعلوم حقانیہ کے علاوہ دیگر سینکڑوں مدارس کی سرپرستی آپ کر رہے تھے حقانیہ کے ساتھ اس قدر قلبی لگاؤ اور بھر پور رشتہ تھا کہ ضعف و نقاہت اور بڑھاپے کے اس عالم میں بھی تقریباً ہر ہفتہ دس دن میں ضرور تشریف لاتے تھے ان کا ایک عظیم وصف جس کا نظیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتا یہ ہے کہ جب وہ مادر علمی حقانیہ تشریف لاتے تو سڑک پر سے ہی اپنے جوتے اتار کر بغل میں رکھ لیتے اور دارالعلوم میں پا برہنہ ہو کر پھرتے اللہ اکبر یہ ہے ادب واحترام کی انتہا جو اپنی مادر علمی میں چپل رکھنا بھی سوء ادب سمجھتے یہ ادب ہی تو تھا جس نے اس درویش کو پورے ملک کے علماء اور عامۃ الناس کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا میں نے ایک دفعہ کہا کہ آپ بیمار و کمزور ہے جوتے اتار کر پاؤں کنکریوں سے دکھتے ہیں ایسا نہ کریں تو فرمایا کہ مقدس اور پاک مقام کے بارے میں ''فاخلع نعليك '' کا حکم الٰہی ہے جس طرح مسجد کا ادب لازمی ہے اسی طرح یہ مدرسہ بھی ہماری مسجد ہے دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاسوں میں شریک ہوتے تو مجلس کے ایک کونے میں بیٹھ جاتے یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ عام انسان ہے یا وقت کا عظیم ولی اللہ

انسان کی شکل میں وہ ایک فرشتہ تھے۔

جودوسخا کا مظہر:

باچا صاحب کو اللہ تعالیٰ بلا کی سخا سے نواز رکھا تھا جو بھی آدمی آپ سے ملاقات کرتا انہیں دس روپے سے ضرور نوازتے علماء کرام کو خصوصی طور پر سو یا پانچ سو روپے عنایت فرماتے تھے۔سفید موٹا جوٹا قسم کا لباس ہمیشہ زیب تن فرماتے بدن کے اعتبار سے نہایت نحیف تھے دبلے پتلے اور ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتے تھےلیکن بااین ہمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم روحانی قوت و طاقت سے مالا مال فرمایا جس کے طفیل چرانوے برس کی اس عمر میں بھی چلتے پھرتے نظر آتے ہر وقت لوگوں کی غمی خوشی اور اپنے مدرسے (اضاخیل) کے امورنمٹانے میں مصروف عمل رہتے ۔ان کا اوڑھنا بچھونا مدرسہ ہی تھا گاؤں میں اکثر ملاقات کے لیے لوگ جاتے تو پرانی وضع کی بیٹھک میں ایک سخت قسم کی چٹائی پر لیٹے ہوتے دنیا کے سامان عیش وآرام سے وہ کوسوں دور رہتے۔

قرآن مجید سے عقیدت ومحبت:

قرآن کریم کی عقیدت ومحبت آپ کے دل میں رچی بسی تھی اسی عقیدت کے نتیجے میں آپ نے خود اپنی قلم سے قرآن تحریر کرنا شروع فرمایا جب کبھی کوئی اہم مہمان شخصیت یا کوئی عالم دین آپ سے ملنے آتا تو ان سے بھی آپ چند ایک آیاتیں لکھواتے ایک دفعہ احقر کو بھی چند سطریں لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔افسوس یہ کام تشنہ تکمیل تھا کہ آپ کی بینائی چلی گئی۔ پھر آپ نے یہ کام اپنے بیٹے مولانا منیب اللہ کے سپرد کیا جنہوں نے اس امر کی تکمیل کی۔تقریباً ہر مجلس کے اختتام پر آپ کی یہ عادت تھی کہ دعا سے قبل قرآن پاک کی تلاوت خود بھی باآواز بلند کرتے اورشرکاء مجلس سے بھی قرآن پاک سنتے تھے۔

حرم کے لباس احرام سے عقیدت:

ایک دفعہ حرم شریف میں حج کے بعد غالباً ملاقات ہوئی تو آپ کو احرام میں ملبوس پایا جو کہ کافی میلا ہو چکا تھا مولانا حامد الحق نے کہا کہ جی اب تو حج مکمل ہوگیا ہے یہ احرام کھول دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وردی ہے یہاں کا مزا اسی لباس میں ہے۔

ہمارے خاندان میں جب بھی کسی بچی کی شادی ہوتی تو آپ خصوصی طور پر اس کے جہیز کے لئے چارپائی کا تحفہ ضرور بھیجتے آج ہم ان کی کس کس ادا کو یاد کریں گے۔

ع کیا خبر تھی کہ یہ زخم بھی کھانا ہوگا ہم آئیں گے تیری بزم میں اور تو نہیں ہوگا

آپ کے سامنے جب کسی بچے یا بیمار کو دم کے لئے پیش کیا جاتا تو آپ قرآن پاک کے آیات الشفاء اور اوّل وآخر''وبالحق انزلناہ بالحق نزل ''پڑھ کر پھونک دیتے۔اکثر دعا دینے سے قبل تین ربنا(**ماخلقت هذا**

باطلاً ....ربنا انک من تدخل النار .ربنا اننا سمعنا منا دیاً. .سورۃ ال عمران) پڑھنے کی عادت بھی تھی۔

ایک مرتبہ فرمایا رات بھر نیند نہیں آتی ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ رات کی بے خوابی کا اثر دن کا معمولات پر نہیں پڑتا میں نے عرض کیا یہ آپ کی روحانی قوت وعظمت کی دلیل ہے۔

شیخ الحدیثؒ کی ان سے محبت:

فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ ہمارے خاندان کے ہر جنازے میں تشریف لاتے تھے صرف ایک دفعہ شدید علیل ہونے کی وجہ سے پیغام بھیجا خود نہیں آسکتا ہوں لیکن پھر جب جنازہ کا وقت ہو چلا تو باوجود نکاہت کے تشریف لے آئے اس حد تک کمزوری تھی کہ پھر انہیں چارپائی میں بیٹھا کر قبرستان لے جایا گیا اس سے حضرت باچا صاحب کے ساتھ دادا جان کی حد درجہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

آپؒ کے سامنے جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ یا دیگر اکابرین کا ذکر ہوتا تو آپ کے منہ سے بے اختیار لرزتے ہوئے آہ نکل جاتی۔

مدرسہ کے احاطہ میں تدفین کا مشورہ:

مولانا حامد الحق اور احقر عرفان الحق کی تحریک ومشاورت سے باچا صاحب کے بھائی اور جان نشین مولانا نثار اللہ صاحب نے مرحوم کو مدرسے کے احاطے میں دفنانے پر رضامندی اختیار کی ورنہ اس سے قبل ان کیلئے گاؤں کے قبرستان میں قبر کھدوائی جا چکی تھی۔

تین عظیم تبرکات سے مزین ہونا:

آپ کا نماز جنازہ آپ کے قائم کردہ مدرسہ اضاخیل میں بعد نماز عصر ادا ہوا جو کہ اضاخیل اور گردونواح کے تاریخ کا بے نظیر جنازہ تھا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس عظیم انسان کو رخصت کرتے وقت ہر طرف نظر آرہا تھا۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ حقیقی حکمران ہوتے ہیں جو کہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں جنازے کی ادائیگی سے قبل ان کی جسد کو عام زیارت کے لیے مدرسہ میں لایا گیا اس سے قبل انکے گھر کی بیٹھک میں احقر کو خصوصی زیارت اور حضور نبی کریم ﷺ کے روزِ اطہر کی خاک مبارک ان کے سینے کے اوپر پھیلانے کی سعادت احقر کو حاصل ہوئی بیت اللہ شریف اور حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کے اندرونی غلاف کے ٹکڑے بھی انکے کفن میں رکھے گئے جو کہ مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی حقانی نے خصوصی طور پر حضرت باچا صاحب کیلئے پیش فرمائے یہ اللہ کی دین (عطا) ہے اس بندہ خدا نے پوری زندگی رضائے مولیٰ اور حضور ﷺ کی اقتداء کے رنگ میں گزاری تو پس مرگ دنیا میں یہ تحائف خاصہ مل گئے آگے برزخی اور اخروی نعم کا تو حد وحساب ہی نہیں ”اللھم اجعل الجنة مثواه “۔

☆ ☆ ☆